۳۵۔قال رسول اللہ ﷺ: اَلدَّالُّ عَلَی الخَیرِ کَفَاعِلِہٖ

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ بھلائی کا راستہ بتانے والا بھلائی کرنے والے کی طرح ہے

۱۔ یہ ایک بہت عظیم حدیث ہے جس میں اس بات کا بیان ہے کہ جو کسی کی نیکی کی راہ دکھاتا ہے اسے نیکی کرنے والے کے مثل اجر ملتا ہے۔اس میں بول کر رہنمائی کرنا بھی شامل ہے جیسے علم سکھانا اور عمل کے ذریعے رہنمائی کرنا بھی شامل ہے جس سے مراد ہے اچھا نمونہ بننا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امت دعوت بنا کر بھیجا اور اس کا خاص وصف یہ قرار دیا کہ وہ انسانیت کو سیدھے راستہ کی طرف بلائے، چنانچہ ارشاد ہوا: ”کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر“ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہو، تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔ نیز فرمایا: ”وَکذلك جعلناکم امة وسطا

لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا" اور

اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی ومعیاری امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ (اور ان پر نظر رکھنے والے) ہو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں۔

۳۔ چنانچہ یہ ایک معتدل اور معیاری اور لوگوں کی گواہ اور ان پر نظر رکھنے والی امت ہے، دیگر انسانی گروہوں پر نظر رکھنے اور ان کی غلط کاریوں کی نشاندہی کرنے والی امت ہے۔ جب اس کو یہ منصب دیا گیا ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ اس منصب کا حق ادا کرے۔

۴۔ دین کا مقصد انسانوں کی خیر خواہی، خدمت اور بھلائی ہے۔ دین کا پیغام یہ ہے کہ لوگوں کو جہنم کی آگ میں گرنے سے بچایا جائے۔۔۔ ایک انسان کا اہل ایمان کے دوسرے بھائی کے لئے بھلائی کا سب سے بڑا کام ہے۔

۵۔ بھلائی کے کاموں کا بڑا وسیع دائرہ ہے۔ فرد کا بھلائی کرنا، بھلائی عام کرنا ،لوگوں کو بھلائی کی جانب راغب کرنے کا ذہن سازی ضروری ہے، یہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔

۶۔ اگر کوئی کسی مسلمان کو نیکی اور خیر کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور وہ آدمی نیکی اور خیر کے کام کرتا ہے تو نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا، لیکن اس کے جو سابقہ گناہ ہیں، اس کا بوجھ کوئی بھی مسلمان اپنے ذمے نہیں لے سکتا۔

۷۔ باقی کسی کو نیکی کی طرف لاتے ہوئے اس کے گناہ کا بوجھ اپنے ذمے لینے کا کہنے کے بجائے اسے بتایا جائے کہ سچی توبہ کرنے سے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بیان کر کے اسے ہدایت کی طرف لانے کی کوشش کی جائے۔

۸۔ دعوتی کام کے لیے سب سے پہلے خود اپنی علمی، فکری اور عملی تیاری ناگزیر ہے۔ داعی اپنے مدعو کے سامنے بہتر سے بہتر عملی کردار پیش کرے۔ علمی تیاری

کے لیے قرآن و تفسیر میں غور و تدبر کے ساتھ منتخب احادیث، سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مطالعہ کرے اور سیرت کے بعض اہم واقعات کو نوٹ کرے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کی رحم دلی، انسانوں سے محبت، سادہ زندگی، عفو و درگذر (فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں کو معاف کر دینا) ان واقعات سے مسلم و غیر مسلم بے حد متاثر ہوتے ہیں۔

۹۔ چند امور سے اجتناب:

☆ دعوت اور داعی کے وقار کو نقصان پہنچانے والا رویہ اختیار نہ کرے۔

☆ مناظرانہ انداز اور بحث و تکرار سے ہر حال میں گریز کرے۔

☆ غیر حکیمانہ انداز اور مدعو پر کسی بات کو مسلط کرنے کا انداز نہیں ہونا چاہیے۔ مدعو کے اندر ہٹ دھرمی، ضد اور نفرت نہ پیدا ہونے دے۔

☆ جلد بازی اور فوری نتیجہ پانے کے لیے مدعو پر اصرار نہ کرے۔ گفتگو اصولی باتوں پر پہلے کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح اختلافی باتوں کو بنیاد بنا کر دعوت

پیش نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن مجید کی روشنی میں کلمہ سواء یعنی مشترک بنیادیں مثلاً ایک اللہ کا تصور وغیرہ پر گفتگو کرنا چاہیے۔ وجود الٰہ سے آگے بڑھ کر عملی تقاضے اور زندگی پر اثرات و نتائج سمجھانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین